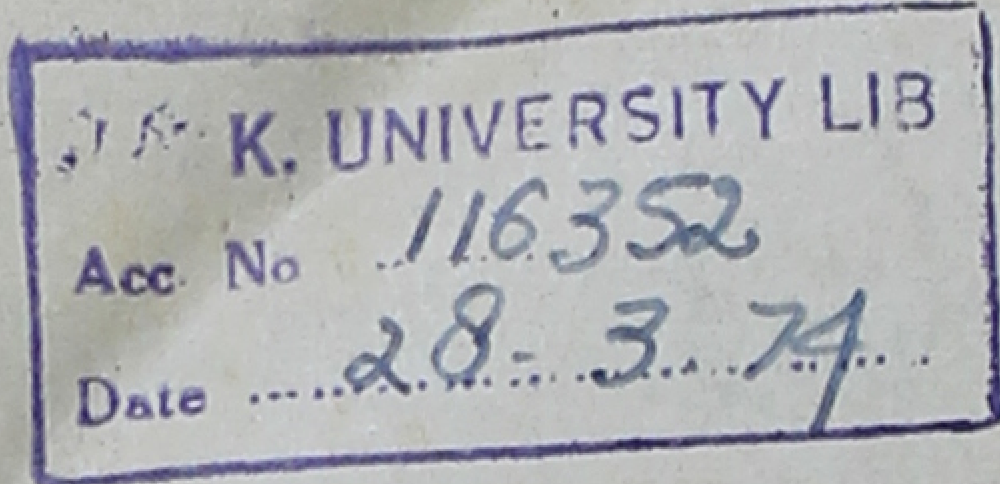


رفیقو!

کئی سال کے بعد آج ہم نیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں پھر جمع ہوئے ہیں۔ سوپور اجلاس سے آجتک کا دور آزمائش، محنت اور امتحان کا دور تھا۔ اس دور میں قدرتِ حقیقی نے ہمارے عزم اور ہماری ہمتوں کی آزمائش کے سامان فراہم کر دیئے تھے۔ مگر اس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں تمام مشکلات کا مقابلہ کرنے اور بلند قومی مقاصد حاصل کرنیکی ہمت بھی بخشی۔ آج ہم سربلند کر کے یہ کہہ سکنے کے قابل ہیں۔ کہ ہم نے صرف خیالی جنگوں میں ہی حصہ نہیں لیا۔ بلکہ اپنے مقاصد کی کھیتی کی آبیاری کئی بار اپنے خون سے بھی کی۔

۱۹۴۵ء سے جب سوپور میں ہمارا اجلاس ہوا تھا۔ آجتک شخصی مطلق العنانی کیخلاف جدوجہد کرتے ہوئے ہم مدت تک جاگیر شاہی کے وحشیانہ مظالم کا شکار ہوئے۔ اور اس سے نجات کیلئے ایک بڑی تحریک بھی چلائی۔ ہماری یہ جدوجہد "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ ہماری آزادی کی شاہ راہ کا ایک ناقابلِ فراموش سنگِ میل ہے۔

کشمیر میں ہماری جنگِ آزادی کا دوسرا دور اس وقت شروع ہوا۔

جب پاکستانی حملہ آور آگ اور خون کا سیلاب پھیلاتے ہوئے۔ ہمارے وطن پر چڑھ آئے ہمارے ہاتھ خالی تھے۔ لیکن ہم نے خدا کے بھروسے اور اپنے مقصد کی صداقت پر یقین و اعتماد کیساتھ اس جارحانہ حملے کے مقابلہ میں ڈٹ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ جن مقاصد کو نیشنل کانفرنس نے قومی جدّ وجہد کی منزل کے طور پر اپنا لیا تھا ان کی پاکیزگی ہمارا سہارا بنگئی۔ اور اس یقین نے ہمارے دلوں میں ایک تازہ رُوح کی لہر دوڑادی۔ کہ حق اور صداقت ہماری طرف ہے۔ ہمیں اپنے مقصد کی سچائی پر پورا یقین تھا۔ اور یہی یقین پاکستان کے اس جارحانہ حملے کے مقابلے میں ہماری سپر ثابت ہوا جس کے ذریعہ وہ ہمارے وطن کو غلامی کی زنجیریں پہنانے کی دھمکی دے رہا تھا۔

آج جب کہ ہم یہاں پھر جمع ہوئے ہیں ہمارے دل اپنے نصب العین کی پاکیزگی اور اپنے جمہوری نظریئے کی سچائی کے احساس سے اسی طرح مالا مال ہیں جسطرح کہ آزمائش کے اس خوفناک دور میں تھے۔ آج ہم پھر اتّحاد۔ مساوات اور آزادی کے اُن اصولوں کی تجدید کرتے ہیں جنہیں پروان چڑھانے کے لئے ہم نے پورے اٹھارہ [18] سال جدّ و جہد کی ہے۔ اسی جدّ و جہد کا مقصد صرف ہمارے اپنے وطن کی آزادی ہی نہیں۔ بلکہ اس میں رہنے والے تمام انسانوں کے

ساتھ انصاف اور دُنیا کی تمام قوموں کے درمیان امن و آشتی کی فضا پیدا کرنا ہے۔ یہی وہ بنیادی تصوّر ہے۔ جو ہمارے ہر قومی طریق کار کی روحِ رواں ہے۔ اور مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے۔ کہ یہی تصوّر روشنی کا وہ مینار ہے۔ جو آج کی تیرہ و تاریک دُنیا میں ظلمت کے پردوں کو پھاڑ کر ہماری راہوں کو منوّر کر دے گا۔

حق و صداقت کے پاک اور نیک اصولوں کے اِس پس منظر کے سامنے جب ہم اپنے موجودہ اجلاس کو دیکھتے ہیں۔ تو اس کی اہمیت ہماری نظروں میں اور بھی اُجاگر ہو جاتی ہے۔ اور آج مستقبل اور اس کے عظیم مسائل کا سامنا کرتے ہوئے مجھے اپنے اُن ساتھیوں کی یاد شدت سے ستا رہی ہے۔ جو اس سفر میں ہماری صفوں کے اوّلین ارکان تھے۔ مگر آج ہماری نگاہیں اُنکی صورت دیکھنے کو ترس رہی ہیں۔ مرحوم راجہ محمّد اکبر خان میرپوری۔ شہید صداقت ماسٹر عبدالعزیز مظفّر آبادی۔ مولوی عبدالعزیز خوشی پورہ۔ سردار رنگیل سنگھ ہندوارہ۔ شہید محمّد مقبول شیروانی بارہمولہ۔ محمّد مقبول بیہقی۔ پنڈت جانکی ناتھ سپرو۔ عبدالرحیم ڈار سوپور۔ جتھیدار کبور سنگھ۔ عبدالغنی ترہگامی جو موت کے بے رحم ہاتھوں نے ہماری صف سے اُچک لئے۔ ان میں سے بعض

رات دن قومی خدمات میں مصروف رہ کر اور جسمانی اِنحطاط کا شکار ہو کر دم توڑ گئے۔ کچھ مُطلق العنانی اور شخصی راج کے خِلاف جد و جہد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ اور کچھ پاکستانی ظلم و تشدد سے اپنے وطن اور اپنی قوم کو بچاتے بچاتے کام آئے۔ یہ صحیح ہے کہ وہ جسمانی طور پر ہمارے درمیان میں موجود نہیں ہیں۔ لیکن جب تک ہم اِنسانیت کے شریف تر۔ اعلیٰ تر اور گرامی تر قدروں کی تلاش میں اُن کے نقشِ پا کو اپنے لئے نشانِ راہ بناتے رہیں۔ تب تک وہ ہم سے جُدا نہیں ہیں۔ اِسی لاثانی بہادری کو زندہ جاوید رکھنے کے لئے جس کی مِثال ہمارے اِن شہیدوں نے پیش کی ہے۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ قوم اور مُلک کی خِدمت کا فرض سر انجام دیتے وقت مُشکلات اور رکاوٹوں کو خاطر میں نہ لائیں۔

یہ رکاوٹیں کچھ کم نہیں ہیں۔ تیسری عالمگیر جنگ کے خدشے تمام ملکوں کے امن پسند شہریوں کے دِلوں کو پریشان کر رہے ہیں۔ سائنس نے ترقی اور امن کو فروغ دینے کے بجائے ایٹم بم کی شکل اختیار کر کے خود اِنسان کی بقا کو معرضِ خطر میں ڈال دیا ہے۔ اِس بم کی تباہ کاری بجائے خود ایک لعنت ہے۔ لیکن اب اِسی کا سایہ خود اِنسان کی رُوح

پر بھی چھا رہا ہے۔ انسان نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ نفرت انگیزی کا آلہ بن سکتا ہے۔ اور یہ صورت خود انسانیت کے سماجی تعلقات کی نفی کر رہی ہے۔

پچھلے دو سال سے ہمارے ملک کو پاکستان کی طرف سے کئے ہوئے وحشیانہ حملوں کا نشانہ بننا پڑا۔ یہ حملہ آور دو قوموں کی تھیوری کے منافرت انگیز اسلحہ سے مسلح تھے۔ کشمیری وطن پرستوں کا طرز عمل اس قسم کے غیر انسانی وسائل اور ذرائع کے بالکل برعکس ہے۔ میرا عقیدہ ہے۔ کہ دو قوموں کا نظریہ نہ صرف معاشرتی اور جمہوری اصولوں کے خلاف ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے احکام اور اس کی رضا کے بھی منافی ہے۔ اقتدار کی ہوس میں جو لوگ معاشرتی طور پر اندھے اور فرقہ دارانہ تعصب کے شکار ہوئے ہیں۔ وہی ایک ایسے نظریے کے حامی بن سکتے ہیں۔ جو نوع انسانی میں جدائی اور عداوت کی دیواریں کھڑی کرتا ہے۔

کشمیر کے لوگ اپنی آزادی کی حفاظت میں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہا دیں گے۔ اس آزادی میں ان کی آزادئ

خیال، آزادئ معاشرت اور سب سے زیادہ اپنی منزل مقصود کو معین کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

یہ کوئی نیا تصور نہیں۔ اپنی مرضی کے مطابق اپنے نصب العین کا تعین ہی وہ اصول ہے۔ جس کی حمایت میں ہم نے مسٹر جناح کا مقابلہ کیا۔ جب وہ سنہ ۱۹۴۳ء میں کشمیر آئے تھے۔ ہمارا طرزِ عمل روزِ روشن کی طرح واضح تھا۔ اور ہم نے اُن سے کہا کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ہم نے اُن سے کہا کہ ہم معاشرتی۔ اقتصادی اور سیاسی لوٹ کھسوٹ کے دشمن ہیں۔ اور ہمارا بنیادی عقیدہ "نیا کشمیر" کی دستاویز میں واضح کیا گیا ہے۔ خوش قسمتی سے ہم نے کشمیر کے تمام پیش آمدہ حالات کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ سنہ ۱۹۴۵ء میں ایک ایسے وقت میں جب کہ فرقہ وارانہ ذہنیت غیر منقسم ہند پر غالب تھی۔ اور کانگریس اور لیگ کے درمیان اختلافات زور پکڑ رہے تھے۔ ہم نے اُن تاثرات سے اپنے اصولوں کو متاثر نہ ہونے دیا۔ ہم نے سیاسیات میں فرقہ وارانہ حل کو ماننے سے قطعی انکار کیا اور سوپور کے سالانہ

اجلاس میں فرقہ وارانہ مسائل کا مثبت حل پیش کیا۔

اِس قرارداد میں پرزور الفاظ میں کہا گیا ہے کہ فرقہ وارانہ مطالبات کی بنا پر ملک کو علاقائی حلقوں میں تقسیم نہیں کیا جائیگا اِس حقیقت کا براہِ راست اعتراف ہی اُن جنون آمیز گمراہ کُن فرقہ پرستانہ اور تخریبی نظریوں کا مقابلہ کرسکتا تھا جو خود غرض غیر محب وطن لیڈروں اور آزادی دشمن افراد یعنی ہندوستان کی غلامی کے دور میں بیرونی آقاؤں نے گھڑ کر پیش کئے تھے۔

بدقسمتی سے ہندوستان کے دشمنوں کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں ایک ایسا ماحول پیدا کرنے میں کامیاب ہوئیں جس میں باطل کچھ دیر کے لئے حق پر غالب آگیا۔ ہندوستان کے دو حصے ہوگئے۔ ہندوستان اور پاکستان۔ اور اب حال یہ ہے کہ یہ برِّاعظم اپنی غلطیوں کا خمیازہ بھگت رہا ہے۔ ملک کے لاکھوں آدمی قتل ہوئے۔ اِس کا اقتصادی ڈھانچہ درہم برہم ہوگیا۔ یہاں کے عوام کی زندگیاں تلخ ہوگئیں۔ ہمارے لوگ کمزور اور تباہ حال ہوگئے۔ اور ہم ایسے شیرازے کی طرح بکھرے

ہوئے اجزا سیاسیاتِ عالم کے بساط پر دلچسپ مہرے بنائے گئے۔

یہی وہ واقعات ہیں۔ جن کے ساتھ ہمارے مُلک کی تقدیر وابستہ ہو کر رہ گئی ہے۔ اور انہی واقعات کی روشنی میں ہمیں اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنا ہے۔ "جموّں اور کشمیر کے لوگوں کو اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنا ہوگا" یہی وہ پیغام تھا۔ جو میں نے پاکستانی حملے سے ذرا پہلے جیل سے رہا ہوتے ہی اپنے لوگوں کو دیا تھا۔ اور آج بھی اسی کو دہراتا ہوں "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک اسی اصول کو منوانے کیلئے جاری کی گئی تھی۔ کہ ہم اپنے مُستقبل کا فیصلہ اپنے سماجی آدرشوں اور جمہوری احساسات کی روشنی میں کر سکیں۔

ہم نے اپنے سیاسی تجزیہ میں ہندوستان سے بُرطانوی شہنشاہیت کے اخراج کو صفائی سے واضح کیا تھا۔ بیدار شُدہ عوام کی دلی خواہش ایشیا کی تازہ انگڑائی۔ عالمگیر پیمانے پر جمہوری طاقتوں کا پھیلاؤ، فاشزم کا توڑ، یہ سب باتیں اس بات کی دلیل تھیں کہ شہنشاہیت کا غلبہ ختم ہو رہا ہے۔ دُنیا کی بڑی جابر اور ظالم طاقتوں کے زوال کے بعد ہندوستان کے والیانِ ریاست کا مستقبل جو کچھ بھی تھا۔ صاف نظر آ رہا تھا۔

"کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک میں ہم نے مطلق العنان نظامِ حکومت سے جب آزادی کا مطالبہ کیا تھا۔ تو اس میں یہ بات واضح طور پر موجود تھی۔ کہ اختیار و اقتدار کا سرچشمہ عوام ہیں۔ راجے۔ مہاراجے اور نواب نہیں۔ یہ وقت کی پکار تھی۔ اور عوام کی فطری اور مسلّم حق کا اظہار تھا۔ یہی وہ حق ہے۔ جس پر میں نے اپنے اس بیان میں بھی زور دیا تھا۔ جو عدالت کے سامنے ایک مجرم کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر دینا پڑا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ :-

"بحیثیت انسان تمام مردوں اور عورتوں کو آزادانہ زندگی بسر کرنے کے بنیادی حقوق حاصل ہیں، سیاسی، اقتصادی اور سماجی ترقی کے لئے قانون بنانا بلاتمیز مذہب ملّت تمام انسانوں کا قدرتی حق ہے۔ جس کے جواز سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ زیادہ سے زیادہ عارضی طور پر اسے کچھ عرصے کے لئے دبایا جا سکتا ہے۔ اور بس۔ میرا عقیدہ ہے۔ کہ حکمرانی کا حقیقی حق صرف عوام کو حاصل ہے۔ اور تمام سیاسی، اقتصادی اور سماجی تعلقات انہی کی مرضی اور خواہش کے مطابق قائم ہوتے ہیں۔"

حاصلِ کلام یہ ہے۔ کہ آزادی کے راستے پر ہماری پیش قدمی

مضبوط بنیادوں پر قائم تھی۔ اِسکی منزلیں واضح اور معین ہیں۔

سنہ ۱۹۴۴ء میں ہم نے "نیا کشمیر" کو قومی منصوبے کی حیثیت میں اختیار

کیا۔ اِسکی بنیاد معاشرتی اصلاحات اقتصادی مساوات اور

سیاسی آزادی پر اسلئے رکھی گئی تھی۔ کیونکہ صحیح جمہوری سماج

کے لئے یہ باتیں بنیادی لوازمات میں سے ہیں۔

سنہ ۱۹۴۵ء میں ہم نے حق خود ارادیت کے اصُول کو اپنایا

سنہ ۱۹۴۶ء میں ہم نے پھر اِس بات پر زور دیا۔ کہ عوام اپنی قسمت کے

آپ مالک ہیں۔ اقتدار عوام کو منتقل ہونے کے بغیر آزادی ایک

زندہ حقیقت نہیں بن سکتی۔

اسلئے ہماری قومی پالیسی ایک واضح اور ترقی یافتہ راہ

پر گامزن ہے۔ ہمارے روزمرہ کے سیاسی مطالبے ہماری عام

قومی پالیسی سے اسی طرح پھوٹ پڑے ہیں۔ جس طرح دریائے جہلم

چشمہ ویری ناگ سے۔

یہی بنیادی اصُول ایک کسوٹی ہیں۔ جس پر حیثیت حکومت

ہمارے اقدامات پرکھے جا سکتے ہیں۔ انہی اصولوں کا صحیح

اطلاق ہماری درست راہنمائی کر سکتا ہے۔

آئیے ہم اپنے گرد وپیش کا جائزہ لیں۔ اور دیکھیں کہ ہم

آج کہاں ہیں۔ ہمارے سامنے بڑے پیچیدہ مسائل ہیں۔ یہ

مسائل اس حملے سے پیدا ہوئے ہیں جو ہمارے عزیز ترین سرمایہ

یعنی آزادی پر کیا گیا۔ ہم نے اپنے شہیدوں کے خون سے جو دولت

حاصل کی ہے۔ وہ اس دولت سے کہیں زیادہ ہے۔ جس کیلئے

ہمارا ملک دُنیا بھر میں صدیوں سے مشہور رہا ہے۔

یہی وہ روایات ہیں۔ جنہوں نے ہمیں وہ طاقت بخشی کہ

ہم سرینگر کی حفاظت کے لئے صف آرا ہو گئے اس مدافعت کی

کہانی تاریخ کے اوراق پر ہماری قومی زندگی کے شاندار لمحات

ہونگے۔ لوگ منظم ہو کر اینٹ اور پتھروں سے مقابلہ کرنے پہ آمادہ

ہو گئے۔ اور سرینگر ایک حصار بند قلعہ بن گیا۔ یہی وقت تھا جب

قومی فوج نے جنم لیا۔ کشمیری جو صدیوں سے نہتے تھے۔ بندوق

تھامے اپنے اندر ایک نئی زندگی کی رُوح محسوس کرنے لگے۔ ہماری

عورتوں نے صدیوں کی خلوت نشینی کو خیر باد کہا اور اپنی حفاظت کے لئے منتظم ہو گئیں۔ ہمارے بچے مدافعت کے جوش میں۔ گلی۔ کوچوں میں قومی ترانے گاتے اور پریڈ کرتے دشمن کو للکار رہے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں لکڑی کی بندوقیں تھیں۔ اُن کی چمکتی ہوئی آنکھیں جوشِ انتقام سے انگارے بنی ہوئی تھیں۔ فوج اور ملیشیا کے افسروں۔ راجندر سنگھ، زاڑوا اور اسماعیل جیسے بہادر سپوتوں کو جنہوں نے موت کا سامنا کر کے ہماری حفاظت کی۔ ہم احترام اور محبّت کے پھول پیش کرتے ہیں۔ ہمارا مقابلہ اِس زبردست فولادی عزم کا نتیجہ تھا۔ جو ہم نے آزادی حاصل کرنے کے لئے کر رکھا ہے۔ اپنے مُلک کو غیر مذہبی جمہوریت کی حیثیت میں رکھنے کا جو فیصلہ ہم نے کیا ہے اُس کو قائم رکھنے میں ہم کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

بنابریں ہماری اور پاکستان کی لڑائی بنیادی طور پر ایسے اصولوں کی جنگ ہے جن پر کوئی مصالحت نہیں ہو سکتی۔

ہمارا یہ فیصلہ کہ ہم اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کے آپ مختار

ہیں کہ اسطرح آج بھی مستحکم بنیادوں پر قائم ہے جسطرح پہلے تھا۔ اس مسئلے پر بھی مفاہمت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوسکتا۔ آزادی کی راہ پر سفر کرنیوالا تھکاوٹ سے ناآشنا ہوتا ہے میں نے اسی نقطۂ نگاہ پر اُس وقت بھی زور دیا تھا جب مجھے لیک سکیس میں سلامتی کونسل کے سامنے کشمیری عوام کے ترجمان کی حیثیت میں بولنے کا موقع ملا تھا۔ واقعات کی رفتار پر تبصرہ کرتے ہوئے اُس موقعہ پر میں نے کہا تھا کہ:-

"قید سے رہائی کے فوراً بعد سب سے پہلے ہمارے سامنے یہ سوال پیش ہوا کہ کشمیر ہند سے الحاق کرے یا پاکستان سے یا آزاد رہے کیونکہ تقسیم کی سکیم کے ماتحت ہم۔ ان تینوں میں ایک راستہ اختیار کرسکتے تھے ہر ہندوستانی ریاست کے سامنے یہ تینوں راستے کھُلے تھے یہ ایک بڑا ہی مشکل مسئلہ تھا۔ لیکن میں نے اپنے ہموطنوں سے کہا کہ اگرچہ یہ مسئلہ ہمارے لئے بہت ہی اہم ہے لیکن اس سے زیادہ اہم مہاراجہ کی مطلق العنان حکومت سے ہماری نجات کا مسئلہ ہے جس کے لئے ہم سترہ سال سے جدوجہد کرتے آئے ہیں۔

ہمارا مقصد ابھی تک تشنۂ تکمیل تھا اسلئے میں نے اپنے لوگوں

سے کہا کہ سب سے پہلے ہمیں اس مقصد کو حل کرنا چاہئے پھر ہم آزاد لوگوں کی طرح یہ فیصلہ کریں کہ ہمارا مفاد کس طرف ہے۔ ایک سرحدی ریاست ہونے کی وجہ سے کشمیر کی حدیں پاکستان اور ہندوستان دونوں سے ملتی ہیں۔ اور ہمارے سامنے جو تین راستے کھلے ہوئے ہیں ان میں سے کسی ایک کو اپنانے کے سوال کے روشن اور تاریک دونوں پہلو ہیں۔ اسلئے جیسا کہ میں کہہ چکا تھا کہ ہم اس اہم مسئلہ کو اپنی آزادی حاصل کرنے سے پہلے کسی طور حل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ہم نے "الحاق سے پہلے آزادی" کا نعرہ بلند کیا۔ چند پاکستانی دوستوں نے مجھ سے سرینگر میں ملاقات کی۔ اور میں نے اپنا زاویۂ نظر ان کے سامنے رکھا میں نے ان سے صاف الفاظ میں کہا کہ ہماری سابقہ تحریک آزادی میں پاکستان کا کچھ ہی رویہ رہا ہو۔ اس سے ہمارے فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اور نہ ہی ہم پر اس حقیقت کا اثر پڑ سکتا ہے۔ کہ میں پنڈت جواہر لال نہرو اور کانگریس کا دوست ہوں اور ہماری تحریک آزادی میں انہوں نے ہماری امداد کی ہے جب ہم یہ محسوس کرینگے کہ چالیس لاکھ کشمیریوں کا بھلا اسی میں ہے کہ کشمیر پاکستان میں شامل ہو جائے۔

میں نے اُن سے درخواست کی کہ وہ ہم پر اپنا یہ فیصلہ ٹھونسنے کی بجائے ہمیں مہلت دیں۔ اور ہماری تحریکِ آزادی میں ہماری مدد کریں۔ میں نے مزید کہا کہ ہمارے آزاد ہو جانے کے بعد ہمیں اس اہم مسئلے پر سوچ بچار کرنے کا موقعہ دیں۔ میں نے بتایا کہ ہند ہمارے اس نظریہ سے متفق ہے اور ہم پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈال رہا ہے۔ ہم نے پاکستان اور ہند دونوں کے ساتھ باہمی تعلقات کو جوں کا توں رکھنے کا معاہدہ کر لیا تھا۔ لیکن اسکے باوجود پاکستان نے ہمارے ساتھ جو کیا وہ ہندوستانی وفد کے لیڈر آپ کو سُنا چکے ہیں۔

پاکستانی دوستوں کے گفت و شنید کے دوران میں میں نے اپنے ایک رفیق کار کو لاہور روانہ کیا جہاں اُس نے پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر لیاقت علی خان کے علاوہ حکومت مغربی پنجاب کے ذمہ دار اشخاص سے بات چیت کی اُس نے ہمارا یہی نقطۂ نظر پاکستانی زعماء کے سامنے رکھا اور درخواست کی کہ ہمیں فیصلے کے لئے مجبور کرنے کے بجائے وہ سب سے پہلے آزاد ہونے میں مدد دیں اور پھر ہمیں اس اہم سوال پر سوچ بچار کرنے کا موقعہ دیں۔ یہ گفت و شنید جاری ہی تھی کہ ایک شہابی صبح کو مجھے

یہ اطلاع ملی کہ حملہ آوروں نے پورے سازوسامان کے ساتھ صوبہ کشمیر کے ایک سرحدی ضلع، مظفرآباد پر دھاوا بول دیا۔"

حملے کی شدّت سے مجبور ہو کر ہم ہندوستان کی طرف گئے۔ حکومت ہند ہماری حفاظت کے لئے آئی۔ جمہوریت پرست پنڈت جواہرلال نہرو نے ہمارا الحاق صرف ہمیں امداد دینے کے لئے منظور کیا۔ اور اپنی وسیع القلبی کا ثبوت یہ کہہ کر دیا کہ اس عارضی الحاق کی توثیق کا حق، کشمیری عوام کو حاصل ہے۔ ہند اور پاکستان کے نقطہ ہائے خیال کا موازنہ کرنے اور ان کے درمیان فرق کو واضح کرنے کے بارے میں دونوں نوآبادیات کے طریق کار میں اس سے زیادہ کوئی بات نمایاں نہیں کہ ایک نے نازک ترین لمحوں میں بھی مستقبل کے فیصلے کا حق ہمارا اور صرف ہمارا تسلیم کیا اور دوسری نے بزور شمشیر اپنی غلامی کا طوق ہمیں پہنانے کے لئے وہ چنگیزی حملہ کیا جو انسانی تاریخ میں خون ریزی کا گھناونا باب بنکر یادگار رہے گا۔

ہندوستانی فوجیں ہمیں بچانے کے لئے بروقت پہنچیں

برگیڈیر عثمان، میجر شرما، کرنل رائے اور دوسرے بہادر افسروں۔ اور جوانوں کے بہادرانہ کارناموں نے پاکستانی حملے کی قسمت کو تہہ کر کے رکھ دیا۔ اور اپنی جانوں کی قربانی دے کر لاکھوں جانوں کی حفاظت کی۔ ہر کشمیری اُن کی قربانیوں پر احسان مندانہ فخر کر رہا ہے۔ اور ہم ان بہادروں کو اپنی عقیدت کے سلام کا ہدیہ نذر کرتے ہیں۔

محاذوں پر جنگ لڑی جا رہی تھی۔ نیشنل کانفرنس نے اِنتظام مُلک سنبھال لیا تھا۔ اور اِس خلا کو پُورا کر لیا تھا۔ جو پیش رو حکومت کا پُرانا ڈھانچہ اچانک ختم ہو جانے سے پیدا ہو گیا تھا۔

ہماری پیش رُو حکومت نے ہمارے لئے مالی دیوالیے اور اقتصادی ابتری کے سوا اور کچھ بھی پیچھے نہیں چھوڑا تھا۔ ہمارے سامنے ایک بڑا صبر آزما کام تھا۔ ہمیں خالی ہاتھ بیرونی حملے کا مُقابلہ کرنا تھا خالی جیب قحط کے بھُوت کو مُلک سے بھگانا تھا۔ اور سیلابوں سے نپٹنا تھا جن لوگوں کو اپنا گھر بار چھوڑ کر بے گھر ہونا پڑا تھا۔ اُن کی ذمہ داریوں کو سنبھالنا تھا۔ اور اُن لوگوں کا اِنتظام کرنا تھا۔ جو کشمیر کے پاکستانی

مقبوضہ علاقہ سے نکال دیئے گئے تھے۔ مفادات خصوصی کے ساتھ لڑنے کے علاوہ ہم نے لوگوں کی اقتصادی اور سماجی زندگی کو بہتر بنانے کے اقدامات بھی کرنے تھے۔ قحط کا بھوت منہہ کھولے ہمارے سامنے کھڑا تھا۔ ہم نے اپنے تمام ذرائع کو کام میں لاکر باہر سے اناج منگوا کر لوگوں میں تقسیم کیا اگرچہ اس سے ہمیں اپنی توجہ کو دوسری اہم تعمیری کاموں سے ہٹانا پڑا۔

ہماری زرعی اقتصادیات میں جو بحران آیا ہے۔ وہ اس جاگیردارانہ نظام کی پیداوار ہے۔ جو ہمارے ملک کی رائج بدقسمتیوں میں سے تھا۔ مالک زمین اور کاشتکار میں سماجی تعلقات بدلنے اور کاشتکار کو زمین کی پیداوار کا پچھتر ۷۵ فیصد دینے، بیدخلی اور جاگیرداروں کے مظالم سے بچانے کے علاوہ ہم نے اناج زیادہ اگاؤ کی مہم کو تیز تر کر دیا ہے۔ اور پیداوار بڑھانے کے نئے طریقوں پر عمل ہو رہا ہے۔ یہ کہنے سے میرا مقصد یہ نہیں کہ آپ کی آنکھیں حکومت کی کامیابیوں کی چمک سے خیرہ ہو جائیں۔ کیونکہ آپ اور میں سب جانتے ہیں۔ کہ خامیاں کہاں کہاں ہیں۔ اور ان کو دور کرنے کے بارے میں کیا کچھ کرنا باقی ہے۔ میں نے ان اقدامات کی طرف اسلئے اشارہ کیا ہے کہ آپ کو اپنے اُن

فرائض کا احساس دِلاؤں جو بہت وسیع اور اہم ہیں۔ ہم آپ کی نکتہ چینی اور تنقید کا ہمیشہ خیر مقدم کرتے آئے ہیں۔ کیونکہ وہ آپ کا حق ہے۔ لیکن ہمیں آپ کے تعاون اور آپ کی انتھک محنت کی بھی ضرورت ہے۔ جو آپ کا فرض ہے۔ بہترین انسانی اُصول یہ ہے۔ کہ حق اور فرض دونوں کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دینا چاہئے۔ "نیا کشمیر" ایک عہد ہے۔ جو ہم نے اپنے لوگوں کیساتھ کیا ہے۔ اس کی ہر شق کو بروئے کار لانا ہمارا مقدس فرض ہے۔ مگر "نیا کشمیر" کو کسی معجزے سے عملی شکل نہیں دی جا سکتی۔ یہ ایک ٹھوس اور پائیدار کام ہے۔ جو باقاعدہ منصوبے، محنت اور موافق ماحول کا طلبگار ہے۔

"نیا کشمیر" کی طرف ہمارا کوچ اسی صورت میں یقینی بن جائیگا جب ہم ملک کے تمام مادی وسائل اور انسانی صلاحیتوں کو عمل میں لائیں۔ اب جبکہ سیاسی اقتدار کا ہتھیار ہمارے ہاتھ میں آچکا ہے۔ ہمیں اپنے اُن مسائل کو مثبت اور تعمیری زاویے سے حل کرنا ہوگا جنکی بنیاد حالاتِ حاضرہ کے حقائق پر ہے۔ ہمارے ذہنوں، رسم و رواج اور اداروں پر ابھی تک چند جاگیردارانہ دور کے خصائص حاوی ہیں۔ جاگیردارانہ نظام کو بیخ و بُن سے اکھاڑنے کے لئے ہمیں قوم کی اجتماعی

فکر و عمل کو بیدار کرنا ہوگا۔

اِن تمام اصلاحات کی کامیابی کا دار و مدار کسانوں اور محنت کشوں کے عملی تعاون پر ہے۔ اور یہی وہ موقع ہے۔ جہاں نیشنل کانفرنس کے کارکُن اپنی نیت کے خلوص اپنے عمل کی اُستواری اپنے کِردار کی عمدگی اور اپنے عقائد کی پختگی کا ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔ انہیں پسماندہ عوام کو بیدار کر کے بتانا چاہئے کہ اِن انقلابی اور تبدیلیوں کی اہمیت کیا ہے۔ اس سلسلہ میں اور دیگر معاملات میں بھی اِس وقت تک حکومت کو خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ناظمِ اعلیٰ کی حیثیت میں اقتدار سنبھالنے کے فوراً بعد میں نے اقوامِ عالم کے نام ایک اپیل کی کہ وہ اپنے مشن کشمیر بھیجدیں۔ جو کشمیر کے حالات کا جائزہ لے سکیں۔ میں نے نہ صرف یہ کہا کہ اگر پاکستان قتل و خونریزی کو بند کردے تو میں رائے عامہ کے فیصلے کو تسلیم کرلونگا۔ بلکہ میں نے اِس بات پر زور دیا کہ آزادانہ رائے سے اپنے مستقبل کا فیصلہ

کرنے کا حق کشمیر کے عام لوگوں کا حق ہے۔ اس حق کی حفاظت کے لئے ہم اپنی جانیں بھی قربان کریں گے۔ ہم اُن حقوق کا احترام کریں گے جو جمہوری نصب العین کی پیداوار ہیں چاہئے وہ دُنیا کے کسی حصّے میں موجود ہوں۔ مثال کے طور پر جب میں حکومت پاکستان کی کشمیر دشمنی کا ذکر کرتا ہوں۔ میں اپنے اُن دوستوں کو ایک لمحہ کیلئے بھول نہیں سکتا جو وہاں ہیں۔ جو ایک عظیم اور پاک مقصد کے لئے لڑتے ہیں۔ ہم کو اور اُن کو مصنوعی رُکاوٹیں ایک دوسرے سے جُدا نہیں کر سکتیں۔ ایک جمہوریت دوست جہاں کہیں بھی رہتا ہے۔ بُعدِ مکانی کے باوجود ہمارا دل اس کے ساتھ ہے۔ اور میں اُسے اپنا محبّت بھرا سلام بھیجتا ہوں۔ کیا زمان و مکان کی دیواریں کبھی اس محبّت کے راستہ میں حائل ہو سکتی ہیں۔ جو ہمارے دلوں میں فخر افغان محترم بادشاہ خان اور اُن کے بہادر ساتھیوں کے لئے موجود ہے۔؟

آزادی پسند پٹھان جن کا مطالبہ خود ارادیت اس وقت

سنگینوں کی نوک سے کچلا جاتا ہے۔ ہمارے ہم خیال اور ہمنوا ہیں۔ وہ بھی ہماری ہی طرح شمع آزادی کے پروانے ہیں۔

جو واہ کیمپ میں تیر جفا کا نشانہ بنے اور جو پاکستان کے دیگر نظر بند کیمپوں اور جیلوں میں محبوس ہیں۔ ان بدقسمت انسانوں کا قصور تو صرف اتنا ہی ہے کہ وہ کشمیری ہیں اور اسی قصور پر پاکستان کا حکمران گروہ ان کو طرح طرح کی اذیتوں اور مصیبتوں میں مبتلا کرتا ہے۔ مجھے اپنے ان ہم وطنوں کو بھی یہی پیغام دینا ہے۔ جو پاکستانی مقبوضہ کشمیر میں پاکستان کے مظالم کا شکار ہیں۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ وقت کی رفتار بہت جلد اُن کی خلاصی کا سامان پیدا کر دے گی۔ میں ان سے کہنا چاہوں کہ یقین رکھو! انصاف کو زیادہ دیر تک ممنوع قرار نہیں دیا جا سکے گا۔ تم ہمارے ساتھ یک جان ہو اور مجھے یقین ہے کہ ہم تمہیں آزاد کرالیں گے۔ ہم نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ ہم اپنے مستقبل کے مالک آپ ہوں گے۔ ہم کسی جارحانہ حملے کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکیں گے۔ یہی وہ اصول تھا جس کی حفاظت اور احترام کے لئے ہم نے تب بھی اقوام عالم کے سامنے اپیل کی اور آج پھر

امن پسند لوگوں کے سامنے اس اپیل کو دھرا رہے ہیں۔ اسی اصول کی حفاظت کے لئے ہم یو۔ این۔ او میں گئے۔ تاکہ ہم امن و آزادی کو بچانے کے لئے انصاف حاصل کر سکیں۔

آج ہمارے ملک کی قسمت کے بارے میں اقوام عالم کی کانفرنس (نفول) میں مشورے ہو رہے ہیں۔ ہم نے عقیدے اور یقین کے ساتھ دُنیا کی انجمن انصاف کے نام اپیل کی۔ اور اس واقعہ کو آج ۲۱ ماہ کا طویل عرصہ گذر گیا۔ اس عرصے میں ہم نے محرومیوں اور مایوسیوں کا مقابلہ صبر و تحمّل سے کیا۔ ہم یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ اقوامِ عالم کا ضمیر آخر کار ایک جارحانہ حملہ کے خلاف بیدار ہو جائیگا۔ لیکن میں اپنی حیرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو مجھے اس وقت ہوئی جس وقت مجھے معلوم ہوا کہ عارضی صلح کی شرائط کو طے کرنے کیلئے ایک ثالث کے تقرر کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ پریزیڈنٹ ٹرومان اور مسٹر اٹیلی نے امن عالم کے نام پر اپیلیں کیں۔ کیا میں اُن سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ حملہ آور کون ہے؟ کیا ہم حملہ آور ہیں؟ کیا ہم وہ نہیں جنہوں نے اس وقت تک امن کے نام پر اور امن کی خاطر وہ مصائب برداشت کی ہیں جنکا سلسلہ

کہیں ختم ہونے میں نہیں آتا؟

میں آج اسی صفائی اور آزادی سے پھر کہنا چاہتا ہوں جس صفائی اور آزادی سے میں نے سلامتی کونسل میں اپنا مقدمہ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا تھا۔ کہ مجھے اس میں ذرا بھر شک نہیں۔ کہ ثالثی کی تجویز میں ان تمام مسائل کے مقابلے میں اختلافات کے امکانات زیادہ ہیں جنہوں نے اسوقت تک امن کو برباد کر دیا ہے۔ ہم حقایق سے آنکھیں بند نہیں کر سکتے اور تاریخ کو فراموش نہیں کرنا چاہتے۔ ہم کشمیر میں میونک کا اعادہ نہیں ہونے دینگے۔ ہم صفائی سے محسوس کر رہے ہیں کہ ثالثی کی تجویز کا مقصد سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ کشمیر پر جارحانہ حملہ کرنیوالے پاکستان کو راضی کیا جائے۔ جیکوسلاویکیہ کو جو روز بد ہٹلر کے ہاتھوں دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ وہ اس غلط پالیسی کا نتیجہ تھا۔ کہ غلط کار کے سامنے سپر ڈال دی گئی تھی۔

اقوام عالم کی وہ طاقتیں جو سلامتی کونسل میں فیصلے دینے کی مجاز ہیں۔ اگر محسوس کر رہی ہیں۔ کہ وہ حق اور راست فیصلوں پر عمل نہیں کرا سکتیں۔ تو یہ بات واقعی قابل افسوس ہے۔ پریزیڈنٹ ٹرومان اور مسٹر اٹیلی بجا طور پر پاکستان سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ مسٹر گورجنگ کے اقرارنامہ کے مطابق حکومت جموں و کشمیر کی سیادت اس علاقہ پر بھی تسلیم کرے جس پر انہوں نے غاصبانہ قبضہ جمائے رکھا ہے۔ اسکے مقابلے میں ثالثی کی تجویز حقائق سے فرار ہے اور اس سودا بازی میں کشمیر کو قربانی کا بکرا بنایا جا رہا ہے۔

ہم اور صرف ہم ہی اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمیں ڈر کس بات کا ہے۔ جب کہ ہم حق اور انصاف چاہتے ہیں۔ اور ہم سے کیوں کہا جاتا ہے کہ ہم عدالت سے باہر باہر ہی کے فیصلے تسلیم کر لیں۔ کیا ہم عدالت میں اسی لئے گئے تھے کہ ہمیں آخر کار ایک ایسا فیصلہ منظور کرنا ہوگا۔ جس کا عدالت کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا؟

"انصاف کے بیج کا پھل امن ہے" یہ ضرب المثل آج بھی اتنی ہی صحیح اور درست ہے۔ جتنی سال ہا سال قبل تھی۔ ہند اور پاکستان کی نو آبادیات کے امن کے لئے پریذیڈنٹ ٹرومین اور مسٹر اٹیلی نے اپنی گہری توجہ کا اظہار کیا ہے۔ جو قابل قدر ہے۔ لیکن اس کی بنیاد اس بات پر ہونی چاہئے کہ کشمیر کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ ہم دو سال سے جنگ کا شکار ہو کر تباہ ہو چکے ہیں۔ اور خود امن چاہتے ہیں۔ لیکن ایسا کوئی فیصلہ جس میں کشمیری عوام کو نظر انداز کیا گیا ہو ہمارے لئے قابل قبول نہیں ہوگا۔ ہم کسی قیمت پر بھی اپنے حق خود ارادیت سے دستبردار نہیں ہونگے۔ یہ وہ حق ہے جس کے حصول کے لئے ہم سال ہا سال سے

مصائب برداشت کرتے آئے ہیں۔ ہم اپنے مقدس نصب العین اور اعلیٰ مقصد کے ساتھ غداری کریں گے۔ اگر ہم کوئی ایسا فارمولا تسلیم کریں۔ جس سے عوام کے حق خود ارادیت کو زک پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اپنی قسمت پر اپنا اختیار ہی وہ عنصر ہے جو ہندوستان کو ہماری نظروں میں روز بروز عزیز تر بنتا جاتا ہے۔ ہند اور کشمیر کا پہلا تعلق تب وجود میں آیا جب انڈین نیشنل کانگریس نے ہمارے اس جہاد حریت کی قدم قدم پر حمایت کی جو ہم شخصی راج کے خلاف لڑ رہے تھے۔

اس کے بعد جب پاکستان نے ہم پر حملہ کیا۔ تو ہمارا الحاق اس شرط پر منظور کیا گیا کہ ہم مستقل الحاق کرنے کے فیصلے میں مجاز ہوں گے۔ کہ ہم کشمیری عوام سے رائے طلبی کر لیں اور اب جب کہ ہماری آئین ساز اسمبلی میں شمولیت کا سوال پیدا ہوا۔ آپ سب جانتے ہیں کہ ہندوستان نے ہماری حیثیت کا احترام کرتے ہوئے ہمارے حق خود ارادیت کو پھر تسلیم کیا۔ اس طرح ہمارا الحاق ہندوستان کے ساتھ صرف ان تین امور تک محدود رہا جو دفاقی حیثیت

میں بہت اہم ہیں۔ یعنی رسل و رسائل، دفاع اور خارجی تعلقات
ہمارے حقوق کا احترام اس طرح سے بھی کیا گیا ہے۔ کہ ہم اپنی
ایک خود مختار اسمبلی کے ذریعہ اپنے مسائل کا آپ فیصلہ کریں۔ اسی
اسمبلی کو یہ حق بھی حاصل ہوگا کہ وہ کشمیر کے حکمران خاندان کے مستقبل
کا فیصلہ بھی کرے۔

میرے دوستو اور رفیقو! جب ہمارے سامنے ہمارا مستقبل
اتنا روشن ہے۔ جب ہماری قومی مشعل ہماری راہوں کو اپنی کرنوں
سے منور کر رہی ہے۔ تو آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ ہمارا ردِ
عمل ایک ایسی تجویز پر کیا ہو سکتا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ ہمارا
اور ہماری آئندہ نسلوں کا فیصلہ ایک ثالثی کے ذریعہ طے کیا جائے گا اور
اس میں ہماری آزاد رائے کو کوئی دخل نہیں ہوگا۔ بہر حال
ہر واقعہ اپنی اپنی قدر و قیمت رکھتا ہے۔ فطرت میں کوئی چیز
فضول نہیں۔ ثالثی کی یہ پیشکش اگرچہ فی الحال ایک ایسا خواب بنکر
رہ گئی ہے جو شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔ مگر اس نے ہمیں اس بات کا پورا
احساس دلایا ہے کہ ایک مشکل وقت آنے والا ہے جس کا مقابلہ کرنے کے

لئے ہم سب کو تیار رہنا چاہیئے۔ آزادی قربانیاں چاہتی ہے ــــ بے شمار قربانیاں ــــ ہمیں مضبوطی سے اپنے ارادے پر ڈٹ جانا چاہیئے۔ اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے جانیں تک قربان کرنے پر بھی ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔ نصب العین جب سچائی، پاکیزگی اور بلند اصولوں پر مبنی ہو تو مرد کے سامنے موت ایک حرف بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے ؎

چوں راہِ حرم باشد سہل است بیاباں ہا!

کشمیر کے فرزندو! تم ابد تک فخر سے گردنیں بلند رکھ سکتے ہو۔ کیونکہ یہ تم ہی ہو جن پر گاندھی جی کی پیار بھری نظریں اٹھیں جب ساری دُنیا ان کے لئے تاریک بن گئی تھی جب ایک بھائی دوسرے بھائی کا گلا کاٹ رہا تھا جب بربریت کی تُند آندھیوں نے اِنسانیت کی مشعل کو گل کر کے رکھ دیا تھا۔ اس وقت مہاتما جی نے ہماری مقدس سرزمین کی طرف دیکھا اور کہا :-

"میری تو ایک ہی پرارتھنا ہے کہ اِس اندھیارے دیش میں

کشمیر روشنی دکھانے والا ستارہ ہے"

اس مشعل کو منوّر کرنے کے لئے ہمیں بے شمار قربانیوں سے بتّی اور تیل مہیّا کرنا ہوگا۔ ہمیں خبردار رہنا چاہئے کہ ہماری ذمہ واریاں بوجھل اور ہماری راہ پُرخطر ہے اور دشمن قدم قدم پر کمین گاہوں میں چُھپا ہم پر وار کرنا چاہتا ہے۔ ہمیں آگے بڑھنا ہے۔ حکومت کی حیثیت میں بھی یہی ہمارا تجربہ ہے اور اس وقت بھی ہمارا یہی تجربہ رہا ہے جب ہم حکومت حاصل کرنے کے لئے جدّوجہد کر رہے تھے۔

دوستو اور رفیقو! ہم آج اپنی قومی زندگی کے نازک ترین وقت میں یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ایک زبردست تقدیر ہمارا امتحان لینے کو ہے۔ ہمارے دعوؤں کی آزمائش کا یہی وقت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنی ذمہ داریوں کا پُورا پُورا احساس کریں تاکہ ہمارے ملک کے تمام لوگ بلا امتیاز مذہب و ملّت اقتصادی آزادی اور سماجی غلامی سے نجات کے متحدہ مفاد کے لئے ابد تک ایک دوسرے کے ساتھ

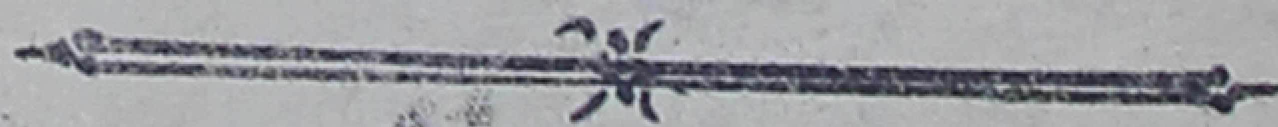
اس طرح وابستہ ہو جائیں کہ اُنہیں دنیا کی کوئی طاقت ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکے۔ آپ کو عوام کے نمائندوں کی حیثیت میں اپنی زندگیاں اس مقصد کیلئے وقف کرنی ہوں گی۔ آپ کو تنظیم کے اندر اور اس کے باہر اپنی یکجہتی اور یگانگت کو قائم رکھنا ہوگا۔ تاکہ مادر وطن کے وقار اور اُس کی سرداری میں بیرونی مداخلت کے امکانات ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں۔

ہماری قوم اقوام عالم میں ایک نادر الوجود قوم ہے۔ ہمیں اپنے خوابوں کو عملی جامہ پہنانے کے امکانات میسّر ہیں۔ خدا نے ہمارے آباؤ اجداد کو ایک ایسی سرزمین عطا کی ہے جو تمام دُنیا کے لئے باعثِ رشک ہے۔ لیکن ہمارے ساتھ اُس نے جو احسانات کئے ہیں وہ لاانتہا ہیں۔ اس نے ہمیں انسان کی تخلیق جدید کے مواقع بہم پہنچائے ہیں۔ ہم پھر ایک بار عہد کرتے ہیں کہ ہم اپنے اصولوں پر قائم رہیں گے۔ اور اپنے آپ کو

نیا کشمیر کے مستحسن معمار ثابت کریں گے۔ ہماری دُعا
ہے کہ کشمیر میں اپنے ملک کی مدافعت، اپنے لوگوں کی
حفاظت اور اپنی شاندار روایات کی تائید و حمایت میں
شہید شروانی کی طرح مر کر زندہ جاوید ہو جانا ہر شخص
کی قسمت ہو۔

نیا کشمیر زندہ باد

شیخ محمد عبداللہ



محمد سعید مسعودی جنرل سیکرٹری

آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس

کے اہتمام سے

بروکا پریس سرینگر میں چھپکر

نیشنل کانفرنس کے صدر دفتر

مجاہد منزل سرینگر سے

شایع ہوا